روزنامہ راشٹریہ سہارا
لکھنؤ 14/اگست 2022 اتوار

سنڈے امنگ

منتخب غزل
مجیب بستوی

صفحہ-7 : بزم ادب

انجام
(افسانہ)

> امریکہ جانتا ہے کہ تائیوان کا محل وقوع شاندار ہے، اسے دائرۂ اثر میں لے لینے سے چین پر ایک فطری دباؤ بنا رہے گا۔ دوسری طرف تائیوان بھی چاہتا ہے کہ امریکہ سے اس کے تعلقات بہتر ہوں تاکہ اس کی پوزیشن مستحکم ہو، اسے نئے اور جدید ہتھیار ملیں اور مصیبت کی گھڑی میں وہ خود کو تنہا محسوس نہ کرے۔ اسی لیے تائیوان حکومت نے نینسی پلوسی کا استقبال کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی۔

تائیوان

حالیہ تنازع کی اصل وجہ کیا ہے؟

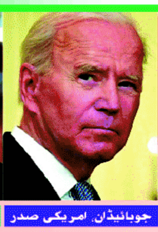

جوبائیڈان، امریکی صدر

شی جن پنگ، چینی صدر

نینسی پلوسی — سائی اِنگ وین

کسی ملک کے طاقتور ہونے کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنا دائرہ اثر بڑھائے گا، ان ملکوں کو اپنے دائرۂ اثر میں لینا چاہے گا جن کا محل وقوع جنگ کے یا اقتصادی نقطۂ نظر سے بہتر ہو یا جن سے تعلقات کی وجہ سے حریف ملکوں پر دباؤ بنایا جا سکے یا جن سے تعلقات اقتصادی لحاظ سے کارآمد ہو مگر چین کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی کوشش کسی ملک کو دائرۂ اثر میں لینے سے زیادہ اس کے علاقوں پر قبضہ جمانے کی ہوتی ہے۔ کئی ملکوں کے علاقوں پر وہ دعوے کرتا ہے جبکہ پورے تائیوان کو ہی وہ اپنا علاقہ مانتا ہے، چنانچہ جیسے جیسے چین کی طاقت میں اضافہ ہوا ہے، تائیوان کے لیے خدشات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ تائیوان نے بھی گزشتہ دو دہائی میں بڑی ترقی کی ہے اور اقتصادی محاذ پر اپنی اہمیت کا لوہا منوانے میں کامیاب رہا ہے۔ اسی لیے اس کے خلاف چین کے لیے فوجی کارروائی کرنا اسی طرح آسان نہیں ہے جیسے یوکرین کے خلاف فوجی کارروائی روس کے لیے آسان ثابت نہیں ہوئی ہے مگر یہ سچ ہے کہ یوکرین کی جنگ نے اس خدشے میں اضافہ کیا ہے کہ چین کبھی بھی تائیوان پر حملہ کر سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورتحال اگر پیدا ہوتی ہے تو امریکہ کا کیا رول ہوگا؟ کیا وہ اسی طرح کا رول ادا کرے گا جیسے یوکرین جنگ میں کر رہا ہے اور اسی لیے یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ طویل عرصے تک چلنے والی یوکرین جنگ اقتصادی طور پر روس کو کمزور کرے گی، اسی لیے امریکہ نے اسے روکنے میں توقع کے مطابق سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایسی صورت میں پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ امریکہ اگر اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ یوکرین کی مدد کے لیے روس کے خلاف جا سکے تو کیا وہ اس پوزیشن میں ہے کہ تائیوان کی مدد کرنے کے لیے چین کے خلاف جا سکے؟ اگر نہیں ہے تو امریکی ایوان نمائندگان کی اسپیکر نینسی پلوسی نے تائیوان کے دورے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ ان کے اس دورے کا اصل مقصد کیا تھا؟ ان کا استقبال تائیوان کی سائی اِنگ وین کی حکومت نے کیوں کی؟ ان سوالوں کا جواب ایک جملے میں دینا ممکن نہیں ہے، البتہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ لگتا ہے کہ امریکہ ہر اس ملک سے رشتہ استوار یا مستحکم کرنا چاہتا ہے جو چین کے دائرۂ اثر کو کم کرنے میں اس کی مدد کر سکے یا وقت پڑنے پر اس کے ساتھ کھڑا ہو سکے۔ امریکہ جانتا ہے کہ تائیوان کا محل وقوع شاندار ہے، وہ اقتصادی طور پر مستحکم ملک ہے، اسے اپنے دائرۂ اثر میں لے لینے سے چین پر ایک فطری دباؤ بنا رہے گا۔ دوسری طرف تائیوان بھی چاہتا ہے کہ امریکہ سے اس کے تعلقات بہتر ہوں تاکہ اس کی پوزیشن مستحکم ہو، اسے نئے اور جدید ہتھیار ملیں اور مصیبت کی گھڑی میں وہ خود کو تنہا محسوس نہ کرے۔ اسی لیے سائی اِنگ وین کی تائیوان حکومت نے امریکی ایوان نمائندگان کی اسپیکر نینسی پلوسی کا استقبال کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی، اس دورے کو اہمیت دی۔

اب سوال یہ ہے کہ نینسی پلوسی کے تائیوان دورے سے چینی حکومت اس قدر چراغ پا کیوں ہو گئی؟ اس کا جواب جاننے سے پہلے امریکہ کے صدر جو بائیڈن کا گزشتہ برس اکتوبر کا بیان اور اس پر چینی حکومت کا ردعمل نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ بائیڈن نے کہا تھا کہ 'اگر چین تائیوان پر حملہ کرتا ہے تو امریکہ اس کی حفاظت کرنے کے لیے پابند عہد ہے۔' اس پر چینی وزارت خارجہ کی طرف سے یہ بیان آیا تھا کہ 'بات جب چین کی سالمیت اور علاقائی اتحاد جیسے اہم مفادات کی ہو تو کسی طرح کے سمجھوتے یا چھوٹ کے لیے گنجائش نہیں ہے۔' چینی وزارت خارجہ نے یہ بات بھی کہی تھی کہ 'تائیوان چین کا غیر متنازع حصہ ہے۔ تائیوان کا ایشو پوری طرح سے چین کا اندرونی معاملہ ہے اور اس میں کسی طرح سے غیر ملکی دخل کی اجازت نہیں ہے۔' اس کے بعد سے چینی کے جنگی طیاروں نے تائیوان کے فضائی حدود کی خلاف ورزی کی ہے اور چینی حکومت نے یہ اشارہ دینے کی کوشش کی ہے کہ تائیوان سے امریکہ کی نزدیکی تائیوان کی مشکلات میں اضافہ کرے گی۔ نینسی پلوسی کے تائیوان دورے کے بعد چینی فوج کی مشقوں کا بھی بظاہر یہی مقصد ہے۔ تائیوان کی وزارت دفاع کے حوالے سے آنے والی خبر کے مطابق، 'چینی بحریہ اور فضائیہ نے اس ہفتے آبنائے تائیوان (چین اور تائیوان کے درمیان سمندری پٹی) میں فوجی مشقیں کی ہیں اور بعض جہازوں نے دونوں کو جدا کرنے والی غیر سرکاری لائن کو بھی عبور کیا۔' تائیوان کا یہ بھی کہنا ہے کہ 'یہ مشقیں اس انداز میں کی گئی ہیں جیسا کہ اس پر حملے کی تیاری کی جا رہی ہو۔' دراصل چینی فوجیوں نے ان مشقوں سے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ چین کے لیے تائیوان کے خلاف فوجی کارروائی کتنی آسان ہے جبکہ دوسری طرف نینسی پلوسی کے تائیوان دورے سے امریکہ یہ دکھانے میں کامیاب رہا ہے کہ چین فوجی مشقوں سے زیادہ کچھ نہیں کرے گا، کیونکہ فوجی کارروائی کرنے سے دنیا کی نمبر ون اقتصادی طاقت بننے کی اس کی چاہت کبھی پوری نہیں ہو پائے گی۔ ■

مسئلے کی بنیاد

چین کی توسیع پسند پالیسی

دنیا مسئلوں سے گھری ہوئی ہے۔ ان مسئلوں کی ایک بڑی وجہ برتری کا احساس یا اس احساس کے تسکین کی جستجو ہے۔ یہ جستجو کسی طاقتور ملک میں کم اور کسی طاقتور ملک میں زیادہ ہوتی ہے، کوئی اپنے دائرۂ اثر میں اضافے کے ساتھ دوسرے ملکوں کی خودمختاری اور سالمیت کا بھی خیال کرتا ہے۔ اس تناظر میں امریکہ اور چین کی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں تامل نہیں ہوگا کہ امریکہ کے دنیا کا سپر پاور بننے سے دنیا کو جتنا نقصان نہیں پہنچا ہے، اس سے کہیں زیادہ نقصان اسے پہنچنے کا خدشہ رہے گا اگر چین اس کی جگہ لے لے گا، کیونکہ امریکہ کی پالیسی کسی حد تک بقائے باہم کی پالیسی رہی ہے جبکہ چین کے لیے اہمیت صرف اپنے مفاد کی ہے، اسے دوسرے کسی ملک کے مفاد سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اگر اسے لینا دینا ہوتا تو اس کے قرض کو 'قرض-جال' نہ کہا جاتا، اس سے قرض لے کر ملک برباد نہیں خوشحال ہوتے مگر چین کسی ملک کو خوشحال بنانے کے لیے نہیں، اسے اپنے دائرہ اثر میں لینے کے لیے قرض دیتا ہے تاکہ وہ اس کے لیے ایک کالونی کی طرح بن جائے۔ دوسری طرف اس نے کئی ملکوں کے علاقوں پر دعویٰ کر رکھا ہے۔ ان ملکوں میں ہمارا ملک ہندوستان بھی شامل ہے۔ چین کی اسی توسیع پسند پالیسی نے برسوں سے تائیوان کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ وہ اسے ایک ملک نہیں، اپنا صوبہ مانتا ہے۔ اسے یہ برداشت نہیں ہے کہ کوئی ملک تائیوان سے رشتہ استوار کرے، اس کی باتوں کو اہمیت دے مگر اب امریکہ بھی تائیوان کی طرف توجہ دینے لگا ہے، ورنہ وہ ہمیشہ ہی اس کی توجہ سے محروم رہا۔ اگر امریکہ نے تائیوان پر پہلے ہی توجہ دی ہوتی تو دنیا کورونا وائرس سے اس حد تک پریشان نہیں ہوتی، کیونکہ سب سے پہلے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن سے بھی پہلے، تائیوان نے ہی یہ کہا تھا کہ کورونا وبا سے اگر ایک آدمی متاثر ہو جائے تو وہ دوسروں کو بھی متاثر کر سکتا ہے مگر گزرتے وقت کے ساتھ امریکہ کو یہ احساس ہو گیا کہ چین کے خلاف اس کی ایک واضح پالیسی ہونی چاہیے۔ وہ اگر واقعی چین کے خلاف ہے تو اسے اس کی توسیع پسند پالیسی کے خلاف بھی کھڑا ہونا چاہیے۔ اسی لیے ڈونالڈ ٹرمپ کی مدت صدارت میں امریکہ نے تائیوان سے رشتہ مستحکم کرنے کی ابتدا کی تھی۔ جو بائیڈن بھی صدر بننے کے بعد اسی پالیسی پر چل رہے ہیں۔ اسی لیے چین، امریکہ سے بہت ناراض ہے مگر اس کی اس ناراضگی میں ہی تائیوان کی بقا ہے، کیونکہ چین کے امریکہ سے تعلقات اگر مستحکم رہیں گے تو پھر تائیوان اس کی توجہ سے محروم ہو جائے گا۔

> **امریکہ کو یہ احساس ہو گیا کہ چین کے خلاف اس کی واضح پالیسی ہونی چاہیے۔ وہ اگر واقعی چین کے خلاف ہے تو اسے اس کی توسیع پسند پالیسی کے خلاف بھی کھڑا ہونا چاہیے۔ اسی لیے ٹرمپ کی مدت صدارت میں امریکہ نے تائیوان سے رشتہ مستحکم کرنے کی ابتدا کی۔ بائیڈن بھی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔**

دراصل امریکہ نے یہ دیکھ لیا ہے کہ چین کسی بھی حال میں جنوبی بحیرۂ چین اور شرقی بحیرۂ چین کے علاقوں پر سے اپنا دعویٰ نہیں چھوڑے گا۔ اس کی وجہ سے تائیوان کے ساتھ برونئی، ملیشیا، فلپائن، ویتنام، جنوبی کوریا اور جاپان کے لیے مسئلے کھڑے ہوں گے، کیونکہ وہ انہیں ملکوں کے علاقوں پر دعوے کرتا ہے۔ جنوبی بحیرۂ چین تو عالمی بحری راستہ ہے۔ یہ عالمی تجارت کے لیے بھی اہم ہے، کیونکہ اسی راستے دنیا کی 3.37 ٹریلین ڈالر کی تجارت ہوتی ہے یعنی دیر بدیر امریکہ کو جنوبی بحیرۂ چین کے سلسلے میں چین سے ٹکرانا ہوگا، کیونکہ اگر وہ نہیں ٹکرائے گا تو اس خطے کے ممالک کا اس پر سے اعتبار ختم ہو جائے گا اور چین کا دائرۂ اثر بڑھے گا، اس لیے اس نے ٹکراؤ کی ابتدا تائیوان سے کر دی ہے۔ چین یہ سمجھ رہا ہے۔ اس کے تلملانے کی وجہ یہی ہے مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اس کی توسیع پسندی اس کے لیے اور مسئلے کھڑے کرے گی۔ وہ کتنا بھی طاقتور ہو جائے، تائیوان کے لوگ یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ اس کے ساتھ اپنے ملک کا انضمام کر دیں۔ برونئی، ملیشیا، فلپائن، ویتنام، جنوبی کوریا اور جاپان کے لوگ بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ چین ان کے علاقوں پر قبضہ جمائے اور وہ تماشائی بنے دیکھتے رہیں، اس لیے ٹکراؤ ہوگا اور اس ٹکراؤ کی وجہ خود چین ہی ہوگا، کوئی اور نہیں! ■

> تائیوان کی جی ڈی پی 850 ارب ڈالر پر مشتمل ہے یعنی جی ڈی پی کے لحاظ سے وہ دنیا کا 21 واں بڑا ملک ہے۔ تائیوان کی فی کس آمدنی 33,649 ڈالر ہے جبکہ چین کی فی کس آمدنی 11,096 ڈالر ہی ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاملے میں وہ چین سے بہت آگے ہے۔

اقتصادی طور پر مضبوط

تائیوان

امریکی ایوان نمائندگان کی اسپیکر نینسی پلوسی کے تائیوان دورے کے بعد سے چینی فوجیوں نے فوجی مشقوں کی ابتدا کر دی تھی۔ یہ امریکہ کو جواب دینے کا چینی انداز تو ہے ہی، تائیوان کو مرعوب کرنے کی چینی کوشش بھی ہے مگر تائیوان کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے پر بھی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اس کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہوا ہے۔ اس کی کوششوں سے یہ ضرور ہوا ہے کہ تائیوان کے لیڈروں نے اپنے ملک کو مستحکم سے مستحکم تر بنانے کی ہر ممکن جدوجہد کی ہے تو ان کا ساتھ عام لوگوں نے بھی دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تائیوان کا شمار دنیا کے خوشحال ملکوں میں ہوتا ہے۔ رقبے اور آبادی کے لحاظ سے اس کی جی ڈی پی کسی بھی ملک کے لیے قابل رشک ہوگی۔ اس کی ترقی ہر اس ملک کے لیے نظیر ہے جو حالات کا رونا روتے رہتے ہیں، کیونکہ تائیوان نے ان حالات میں ترقی کی ہے جبکہ چین نے اسے دبانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اسے دنیا بھر سے الگ تھلگ رکھنے کے لیے چین کتنا سرگرم رہا ہے، اس کا اندازہ امریکی ایوان نمائندگان کی اسپیکر نینسی پلوسی کے حالیہ دورے سے بھی ہو جاتا ہے۔

تائیوان کا اگر مختصر تعارف پیش کیا جائے تو یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ جتنی آزادی چین کے لوگوں کو حاصل ہے، اس سے کہیں زیادہ آزادی تائیوان کے لوگوں کو حاصل ہے۔ اس کا اپنا آئین ہے۔ انتخابات ہوتے ہیں، جمہوری طریقے سے لیڈروں کا انتخاب عمل میں آتا ہے اور حکومت کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس وقت تائیوان کی صدر سائی اِنگ وین ہیں۔ تائیوان کے لوگ اپنے ملک کی حفاظت کے لیے کافی سنجیدہ ہیں مگر اس ملک کے پاس اپنی ایک فوج بھی ہے۔ اس کی مسلح افواج 300,000 فوجیوں پر مشتمل ہے۔ جہاں تک تائیوان کی آبادی کی بات ہے تو اکتوبر 2021 تک اس کی مجموعی آبادی 23,413,879 تھی۔ اس کی جی ڈی پی 850 ارب ڈالر پر مشتمل ہے یعنی جی ڈی پی کے لحاظ سے تائیوان دنیا کا 21 واں بڑا ملک ہے۔ اس کی اقتصادی پوزیشن کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ترکی، سویڈن، اسرائیل اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک اس سے پیچھے ہیں۔

تائیوان کی فی کس آمدنی 33,649 ڈالر ہے جبکہ چین کی فی کس آمدنی 11,096 ڈالر ہی ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اس معاملے میں وہ چین سے کہیں آگے ہے۔ عام لوگوں کی خوشحالی کی طرف تائیوان کی حکومت نے توجہ دی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں 2019 تک صرف 1.3 فیصد لوگ ہی خط افلاس کے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ تائیوان میں بے روزگاری بڑی حد تک کنٹرول میں ہے۔ ایسے وقت میں جب یوروپی ملکوں کے لیے بے روزگاری مسئلہ بنی ہوئی ہے، کورونا کی مار اقتصادی سرگرمیوں پر پڑنے کی وجہ سے دیگر ملکوں میں بھی گزشتہ دو برسوں میں بے روزگاری بڑھی ہے، تائیوان میں بے روزگاری 3.74 فیصد ہی ہے۔ چینی حکومت کی طرح ہی تائیوان کی حکومت کی بھی یہ کوشش رہی ہے کہ اس کے ملک کا ایکسپورٹ زیادہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو، امپورٹ کم سے کم کیا جائے۔ رواں سال میں تائیوان 500 ارب ڈالر کی اشیا کا ایکسپورٹ کر چکا ہے جبکہ اس کے مقابلے اس نے 300 ارب ڈالر کا ہی امپورٹ کیا ہے۔ اس سے اسے زرمبادلہ کے ذخیرے کو اچھی حالت میں رکھنے میں وہ کامیاب ہے۔ جنوری 2021 تک اس کے زرمبادلہ کا ذخیرہ 541.48 ارب ڈالر تھا۔ زرمبادلہ کے معاملے میں تائیوان کی کتنی اچھی پوزیشن ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ اس معاملے میں دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے جبکہ اسی دور میں بنگلہ دیش جیسے ملک کے زرمبادلہ پر اثر پڑا ہے۔ دراصل تائیوان نے الیکٹرانک آئٹم کی سپلائی پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس سے دولت کمائی ہے۔ ■